



نظم

نظم شاعری کی ایک ایسی قسم ہے جو کسی ایک عنوان کے تحت کسی ایک موضوع پر لکھی جاتی ہے۔ نظم میں شروع سے آخر تک خیال کا ربط اور تسلسل ضروری ہے۔ اس کے لیے نہ تو کسی خاص موضوع کی کوئی قید ہوتی ہے اور نہ بیت کی۔ نظم زندگی کے کسی بھی واقعے، مسئلے، خیال اور جذبے کو بنیاد بنا کر کہی جاسکتی ہے۔ نظم غزل کی بیت میں بھی ہو سکتی ہے، مشنوی کی بیت میں بھی اور مخمس، مسدس، ترکیب بند اور ترجیح بند کی بیت میں بھی۔ نظم کے دائے میں قصیدہ، مرثیہ، مشنوی، شہر آشوب اور دیگر اصناف بھی شامل ہیں لیکن موضوعاتی امتیاز اور جدا گانہ خصوصیات کی وجہ سے بعض اصناف کے نام متعین کر دیے گئے ہیں۔
بیت کی بنیاد پر نظم کی درج ذیل قسمیں ہیں:

- پابند نظم
- طويل نظم
- معزّ نظم
- آزاد نظم
- نشری نظم

پابند نظم:

پابند نظم میں وزن و بحر کے ساتھ ساتھ قافیوں اور ردیف کی پابندی بھی کی جاتی ہے۔ ابتدائی دور کی پیشتر نظمیں پابند نظموں کے دائے میں آتی ہیں مثلاً نظیر، حالی، اکبر، اقبال، چلپست آور جو شش کی نظمیں۔
چند پابند نظموں کے عنوانات درج ذیل ہیں:

‘آدمی نامہ’، ‘برسات کی بہاریں’، ‘روٹیاں’	———— نظیر اکبر آبادی
‘دمٹی کا دیا’، ‘برسات’، ‘مناجات بیوہ’	———— الطاف حسین حالی
‘بنتی تہذیب’، ‘مس سیمیں بدن’، ‘جلوہ در بارڈیلی’	———— اکبرالہ آبادی
‘چاند اور تارے’، ‘پرنده اور جگنو’، ‘مکڑا اور مکھی’، ‘ماں کا خواب’، ‘بچے کی دعا’، ‘پرندے کی فریاد’	———— علامہ اقبال

‘آوازہ قوم،’ رامان کا ایک سین، ‘حبت وطن،’ ————— چبست
‘شکست زندگی کا خواب،’ بدی کا چاند، ————— جوش

طويل نظم:

روایتی شاعری میں قصیدہ، مرثیہ اور مشنوی طویل نظم کے ذیل میں آتے ہیں۔ یہ طوالت اشعار کی تعداد پر منحصر ہے۔ قصیدے اور مرثیے میں یہ تعداد محدود ہو سکتی ہے۔ مشنوی کے اشعار واقعہ کی طوالت کے پیش نظر قصیدے یا مرثیے سے زیادہ طویل ہو سکتے ہیں۔ طویل نظم کئی صفات پر محیط ہوتی ہے۔ کسی موضوع یا خیال کی وحدت اسے مختصر نظموں کا مجموعہ ہونے سے بچا لیتی ہے۔

علامہ اقبال نے ’شکوہ، جواب شکوہ، اور ابلیس کی مجلس شوریٰ، وغیرہ طویل نظموں میں سس کی بیت میں لکھی ہیں۔ ان نظموں کی فنی اور فکری اہمیت نے بعد کے نظریہ پسند شاعروں کو متاثر کیا۔ جوش بھی طویل نظم کے شاعر ہیں۔ سردار جعفری اور ساحر لدھیانوی نے بھی طویل نظموں کی ہی ہیں۔ اپنے محمد کے دکھ اور اپنے خوابوں کی دنیا کو سردار نے ’نئی دنیا کو سلام، اور ساحر نے ’پر چھائیاں، جیسی نظموں کا روپ دیا۔ ان نظموں میں اظہار کی ضرورت کے پیش نظر بحر اور وزن کی تبدیلی کو روا رکھا گیا ہے۔ حرمت الاکرام کی ’کلکتہ: ایک رہاب، بھی اسی قسم کی ایک طویل نظم ہے۔ ن۔م۔ راشد، اختر الایمان، وزیر آغا اور جعفر طاہر کی طویل نظموں میں موجودہ عہد کا کرب سمٹ آیا ہے۔ رفیق خاور اور عبد العزیز خالد بھی طویل نظم کے شاعر ہیں۔ عین حنفی کی ’سندباد، شہبہزاد، اور ’صلصلة الحجر، طویل نظم کی عمدہ مشائیں ہیں۔ قاضی سلیم کی نظم، کچو کے ضمیر کے میں مختلف بحروں کا استعمال کیا گیا ہے۔ مشنوی کی روایتی بیت میں بھی قاضی سلیم نے ’باغبان و گل فروش، اور ’زہر خند، جیسی طویل نظموں کی ہیں۔

معراجم :

انگریزی میں معراجم کو بلینک ورس (Blank Verse) کہتے ہیں۔ اپنی ظاہری صورت کے اعتبار سے معراجم بھی پاندہ نظموں کے مشابہ ہوتی ہے۔ یہ نظم بھی کسی مخصوص بحر میں کہی جاتی ہے اور نظم کا عنوان بھی ہوتا ہے لیکن معراجم میں قافیہ نہیں ہوتا۔

معراج نظم کے اہم شعرا میں تصدق حسین خالد، میر آجی، ن۔م۔ راشد، فیض احمد فیض، اختر الایمان، یوسف ظفر، مجید امجد، ضیا جalandھری کے نام خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ ن۔م۔ راشد کی نظم زادِ سفر دیکھیے:

اجنبی چہروں کے پھیلے ہوئے اس جنگل میں
دوڑتے بھاگتے لمحوں کے در پیچے سے کبھی
اتفاقاً تری ماںوس شبہت کی جھلک
پرداہ چشمِ تخیل پہ ابھر کر اے دوست
ڈوب جاتی ہے اسی پل اسی ساعت جیسے
تیز رُوریل کی کھڑکی سے ذرا دوری پر
کسی صحرائی جھلتی ہوئی ویرانی میں
نا گہاں مظہرِ رنگیں کوئی دم بھر کے لیے
اک مسافر کو نظر آئے اور اوجھل ہو جائے

آزاد نظم:

آزاد نظم کا پہلا تجربہ فرانس میں ورس لبرے (Verse Libre) کے نام سے کیا گیا تھا۔ اس کے تحت غیر مساوی مصروفون پر مشتمل نظمیں کی گئیں۔ انگریزی میں اسے فری ورس (Free Verse) کا نام دیا گیا اور یہی اصطلاح اردو میں آزاد نظم کے نام سے معروف ہوئی۔ آزاد نظم کا وہ تصور جو انگریزی اور فرانسیسی ادبیات میں ہے اردو میں ان معنوں میں نہیں، بلکہ اس کی بنیاد بھی اردو شاعری میں مردوج روایتی عروض پر رکھی گئی ہے۔ آزاد نظم وہ ہے جس میں مختلف ارکان کی کمی بیشی سے شعر میں ایک خاص قسم کا آہنگ اور ترجم پیدا کیا جاتا ہے۔

اردو میں آزاد نظم کے شعرا میں تصدق حسین خالد، میر آجی، ن۔م۔ راشد، فیض احمد فیض، سردار جعفری، مخدوم مجی الدین، اختر الایمان اور قاضی سلیم کے نام اہم ہیں۔ مخدوم مجی الدین کی نظم چاند تاروں کا بَن اور ن۔م۔ راشد کی نظم زندگی سے ڈرتے ہو، آزاد نظم کی عمدہ مثالیں ہیں۔

نظم 'چاند تاروں کا بن' سے یہ بند ملاحظہ ہو:

موم کی طرح جلتے رہے ہم شہیدوں کے تن
رات بھر جملاتی رہی شمعِ صحی وطن
رات بھر جگنگا تارہا چاند تاروں کا بن
تشنگی تھی مگر
تشنگی میں بھی سرشار تھے
پیاسی آنکھوں کے خالی کٹورے لیے
منتظر مردوں
مستیاں ختم، مددوں شیاں ختم تھیں، ختم تھا بانکپن

نشری نظم:

نشری نظم، معترضاً اور آزاد نظموں کے مقابلے میں زیادہ آزاد ہے۔ اس میں وزن، بحر، ردیف اور قافیے کی پابندی نہیں کی جاتی۔ نظم کا ایک مرکزی خیال ہوتا ہے جسے تسلسل کے ساتھ چھوٹی بڑی نشری سطروں میں بیان کر دیا جاتا ہے۔ نشری نظم میں بھی ایک مخصوص قسم کا آہنگ اور شعریت کا عنصر موجود ہوتا ہے۔ جدید دور میں نشری نظموں کے چلن میں تیزی آئی ہے۔ سجاد ظہیر کا 'پکھلانیم' اور افضل احمد سید کا 'جھنی ہوئی تاریخ'، نشری نظم کے نمائندہ مجموعے ہیں۔ خورشید الاسلام، محمد حسن، احمد ہمیش، کشور ناہید، زبیر رضوی، شہریار، کمار پاشی، عقیق اللہ، صادق، وغیرہ نے منظوم شاعری کے ساتھ نشری نظموں بھی لکھی ہیں۔ مثال ندا فاضلی کی ایک نشری نظم:

بھوک کا کوئی جغرافیہ نہیں ہوتا
گھاس کا کوئی علاقہ نہیں ہوتا
پانی کا کوئی مذہب نہیں ہوتا
جهال اناج ہے
وہاں بھوک ہے
جهال مٹی ہے
وہاں گھاس ہے

جہاں پانی ہے
وہاں پیاس ہے

مصرعوں اور اشعار کی تعداد اور ان کی ترتیب کے اعتبار سے نظم کی درج ذیل ہیئتیں اردو میں رائج ہیں:

ترکیب بند	ترجمجع بند	مستزاد	مسط	معنیت	مرتع
نمیس	مسدس	مسعی	مثمن	متع	معقر

ترکیب بند: یہ نظم مختلف بندوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ اگر یہ چھے مصرعوں کا بند ہے۔ بند کے پہلے چار مصرع ہم ردیف اور ہم فافیہ ہوتے ہیں اور بعد کے شعر میں مختلف قافیے لائے جاتے ہیں۔ اس کو ٹپپ کا شعر کہتے ہیں۔ اس طرح اس کا ایک بند مکمل ہوتا ہے۔ باقی کے بند بھی اسی اصول پر ترتیب پاتے ہیں۔ ترکیب بند میں بندوں کی تعداد مقرر نہیں ہے۔ حالیٰ نے غالب کا مرثیہ ترکیب بند کی ہیئت میں لکھا تھا۔

ترجمجع بند: ترجیح کے معنی لوٹانے کے ہوتے ہیں۔ ترکیب بند میں ٹپپ کا شعر ہر بند میں نیا ہوتا ہے جب کہ ترجیح بند میں ٹپپ کے شعر کی تکرار ہوتی ہے۔ بعض نظموں میں ٹپپ کے شعر کے بجائے ٹپپ کا مصرع ہی بار بار دھرا گیا ہے۔ مجاز کی نظم 'آوارہ' ترجیح بند کی ایک مثال ہے۔ اس کے ہر بند کے آخر میں اے غم دل کیا کروں اے وحشت دل کیا کروں، کی تکرار ہوئی ہے۔ اسی طرح نظیر اکبر آبادی کی نظم برسات کی بہاریں، بھی ترجیح بند میں ہے۔ اس کے ہر بند میں کیا کیا چھی ہے یاروں برسات کی بہاریں، مصرع کی تکرار ہے۔

مستزاد: اس کے لغوی معنی ہیں 'زیادہ کیا گیا'۔ اس میں غزل، رباعی یا نظم کے مصرعوں کے آخر میں بعض موزوں الفاظ یا فقروں کا اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ اس کے لیے کوئی بحر مخصوص نہیں ہے۔ عام طور سے جس بحر میں اشعار ہیں اسی بحر سے متصل فقروں کا اضافہ کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ کوئی حقی اصول نہیں ہے اس سے اخراج کی مثالیں بھی ملتی ہیں۔ ایک شعر کی مثال دیکھیے:

جادو ہے نگہ، چھب ہے غصب، قہر ہے مکھڑا
غارت گردیں وہ بہت کافر ہے سراپا
اور قد ہے قیامت اللہ کی قدرت (جرأت)

مسّط: لفظی معنی ”پر وے ہوئے موتی“ اصطلاحاً (1) مثلث، مریع، محس یا مسدس بندوں پر مشتمل نظم جس کے پہلے بند کے تمام مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں اور دوسراے بند کے آخری مصرعے میں پہلے بند کا قافیہ نظم کیا جاتا ہے یعنی نظم مثلث (تین مصرعون کے بندوں کی علاوہ) ہو تو پہلا بند ۱۱۱، دوسرا بب اور تیسرا جب قافیوں میں ہوتا ہے۔ (2) ایک لفظی صفت جس کی رو سے شعر میں (اصل قافیہ کے علاوہ) تین مسجع یا ہم وزن فقرے یا قافیہ مزید نظم کیے جاتے ہیں مثلاً:

سنجل، ایسے غور میں ہے یہ خلل کہ گرے نہ الجھ کہیں منہ کے ہی بل
بس، اب اس سے بھی آگے تو بڑھ کے نہ چل، تجھے رمعتِ عرشِ علا کی قسم
(انش)

جب وہ جمالی دلفروز، صورتِ مهر نیم روز
آپ ہی ہوناظارہ سوز، پردے میں منہ چھپائے کیوں
(غالب)

پہلے شعر میں ”خلل، بل، چل اور دوسراے شعر میں ’فروز، روز، سوز‘ قافیہ مسّط کی صفت پیدا کرتے ہیں۔

مثلث: یہ عربی لفظ ہے جس کے معنی ’تین‘ کے ہیں۔ اس میں ہر بند تین مصرعون سے مکمل ہوتا ہے۔ پہلے بند کے تینوں مصرعون کا قافیہ ایک ہوتا ہے۔ باقی کے بندوں میں پہلے دو مصرعون کا قافیہ ایک جیسا اور تیسراے مصرعے کا قافیہ پہلے بند کا ہم قافیہ ہوتا ہے۔ اخترشیرانی کی نظم ’چرواہے کی بنی‘ اس ہیئت کی مثال ہے۔

مریع: یہ عربی لفظ ہے جس کے معنی ’چار‘ کے ہیں۔ اس ہیئت کے ہر بند میں چار چار مصرعے ہوتے ہیں۔ پہلے بند کے چاروں مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں اور بعد کے بندوں کے ابتدائی تین مصرعون کا قافیہ ایک جیسا ہوتا ہے۔ چوتھے مصرعے کا قافیہ پہلے بند کا ہم قافیہ ہوتا ہے۔ سو دا کے بہت سے مریع کی شکل میں ہیں۔

محس: یہ عربی لفظ ہے جس کے معنی ’پانچ‘ ہیں۔ اس کا ہر بند پانچ مصرعون پر مشتمل ہوتا ہے۔ پہلے بند کے پانچوں مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں۔ بعد کے بندوں کے ابتدائی چار مصرعون کا قافیہ علاحدہ ہوتا ہے اور پانچوں مصرعے کا قافیہ پہلے بند کا ہم قافیہ ہوتا ہے۔ نظریہ کبر آبادی کی نظم ’آدمی نامہ‘، بُرسات کی بہاریں، اور اقبال کی نظم ’روح ارضی آدم کا استقبال‘ کرتی ہے، محس کی مثالیں ہیں۔

مسدس: یہ عربی لفظ ہے جس کے معنی 'چھے' ہیں۔ مسدس سب سے مقبول ہیئت ہے۔ اس میں چھ مصروعوں کا ایک بند ہوتا ہے جس میں پہلے بند کے چھ مصروعے ہم قافیہ ہو سکتے ہیں۔ عام طور پر پہلے چار مصروعوں کا قافیہ الگ ہوتا ہے اور باقی کے دو مصروعے اپنا الگ قافیہ رکھتے ہیں۔ انیں ودیر کے مرثیے، حالی کی 'مذوجہ اسلام'، اقبال کی 'شکوہ' اور 'جواب شکوہ' اور چپسٹ کی نظمیں زیادہ تر مسدس کی ہیئت میں لکھی گئی ہیں۔

مسیع: یہ عربی لفظ ہے جس کے معنی 'سات' ہیں۔ اس کا ہر بند سات مصروعوں سے مل کر ہوتا ہے۔ اس میں بھی پہلے بند کے سمجھی مصروعے آپس میں ہم قافیہ ہوتے ہیں۔ باقی بندوں کے ابتدائی چھے مصروعوں کا قافیہ یکساں اور ساتویں مصروعے کا قافیہ پہلے بند کا ہم قافیہ ہوتا ہے۔ اردو میں اس ہیئت کا استعمال بہت کم ہوا ہے۔

مشمن: یہ عربی لفظ ہے جس کے معنی 'آٹھ' ہیں۔ اس میں آٹھ مصروعوں کے بند ہوتے ہیں۔ پہلے بند کے آٹھویں مصروعے آپس میں ہم قافیہ ہوتے ہیں۔ بعد کے تمام بندوں میں ابتدائی سات مصروعوں کا قافیہ یکساں اور آٹھویں مصروعے کا قافیہ پہلے بند کا ہم قافیہ ہوتا ہے۔ بعض اوقات پہلے چھ مصروعوں کا قافیہ ایک جیسا اور باقی کے دو مصروعوں کا قافیہ یکساں ہوتا ہے۔ دوسری مثال دیکھیے:

کل گھر میں وہ بیٹھے تھے سراسیمہ و حیراں
اس حال کے دیکھے سے ہوا حال پریشاں
غصے کے سبب چھپ نہ سکی رنجش پہاں
سمجھا میں کہ یوں بھی تو ہے مایوسی و حرام
انصار کو رو، صبر کرے کب تک انسان
نچار کہا طعن سے میں نے کہ مری جاں
کس سوچ میں بیٹھے ہو، ذرا سر تو اٹھاؤ
گو دل نہیں ملتا ہے پر آنکھیں تو ملاو
(moman)

متنس: یہ عربی لفظ ہے جس کے معنی 'نڑ' ہیں۔ اس ہیئت کے پہلے بند میں نو مصروعے ہوتے ہیں اور سب ہم قافیہ ہوتے ہیں۔ بعد کے بندوں میں ابتدائی آٹھ مصروعوں کے قافیے یکساں اور نویں مصروعے کا قافیہ وہی ہوتا ہے جو پہلے بند کا قافیہ ہے۔

معشر: یہ عربی لفظ ہے جس کے معنی 'وں' ہیں۔ یہ نظم کی وہ ہیئت ہے جس کے ہر بند میں وں مصروعے ہوتے ہیں۔

اس ہیئت میں بھی پہلے بند کے دسوں مصروع ہم قافیہ ہوتے ہیں اور بعد کے بندوں کے بندوں کے ابتدائی نومصرعون کا قافیہ یکساں اور دسوں مصروع کا قافیہ پہلے بند کے قافیہ سے ہم آہنگ ہوتا ہے۔ نظیر کی نظم عاشق نامہ، اس کی ایک مثال ہے۔

اردو نظم کا ارتقا:

اردو شاعری میں نظم کے نمونے ابتدائی سے ملتے ہیں۔ قلی قطب شاہ کے کلیات میں مختلف موضوعات پر نظمیں پائی جاتی ہیں۔ نظیر اکبر آبادی کی شاعری نظم نگاری کی عمدہ مثال ہے۔ نظیر نے مختلف موضوعات پر دلچسپ اور موثر نظمیں کہیں۔ آزاد اور حآلی کی کوششوں سے نظم کے مغربی تصور کا تعارف ہوا۔ اس تصور کے تحت لکھی جانے والی نظمیں ”جدید“ کہلاتیں۔ اس طرح نظم جدید ملک کے بدلتے ہوئے حالات اور اجتماعی خیالات و احساسات کے اظہار کا موثر وسیلہ بنی۔ اس روایت کو آگے بڑھانے میں اسماعیل میرٹھی، بشلی نعمانی، اکبرالہ آبادی اور چکبست نے نمایاں کردار ادا کیا لیکن ہیئت کی سطح پر یہ کوئی جدت یا نیا پن نہیں پیدا کر سکے۔ محمد حسین آزاد نے ”مغارفی“، طبعی کی پہلی، کے عنوان سے بچوں کے لیے اور اسماعیل میرٹھی نے دو بے قافیہ نظمیں بچوں کے لیے لکھی تھیں۔

عبدالحیم شررنے اردو میں نظم معرّفہ کو رانج کرنے کی کوشش کی۔ نظم طباطبائی نے پہلی بار پابند نظموں میں تھوڑی تبدیلی کی۔ نظم کے اسلوب اور ہیئت میں بعض تبدیلیاں مغربی نظموں کے تراجم کے زیر اثر رونما ہوئیں۔ شررنے اپنے رسائل ”لگداز“ اور سر عبد القادر نے ”مخزن“ میں اس پر خاص توجہ دی۔

اقبال نے نظم میں ہیئت کی سطح پر نئے نئے تحریکات کیے۔ ابلیس کی مجلس شوریٰ، پیر رومی و مرید ہندی، اور ”مسجد قرطبة“ اس کی نمایاں مثالیں ہیں۔ اقبال کے بعد سیماں، حفیظ، ساغر، جمیل مظہری، افسر، جوش، احسان داشت اور آخر شیرانی وغیرہ نے بھی رومانی، قومی اور دیگر موضوعات پر نظمیں لکھیں۔

ہیئت اور اسلوب کے سلسلے میں جن شعراء نے تجربہ کرنے کی کوشش کی ان میں عظمت اللہ خاں کا نام اہمیت کا حامل ہے۔ انھوں نے ہندی کے سبک الفاظ، بھریں اور علامتیں استعمال کر کے اپنی نظموں میں انفرادیت پیدا کی۔ آگے چل کر میراجی نے آزاد نظموں کے سلسلے میں عظمت اللہ خاں کے طرز سے فائدہ اٹھایا۔

ترقی پسند تحریک کے زیر اثر بیشتر شعرا زندگی کے ہر شعبے میں انقلاب برپا کرنا چاہتے تھے۔ بعض شعراء نے اظہار کے نئے سانچے بھی وضع کیے۔ میراجی اور ن۔ م۔ راشد نے اپنے نظموں کے ذریعہ نئی ہیئت اور نئے اسالیب کو عام کیا۔ آزاد نظم کے دوسرا اہم شعرا میں تصدق حسین خالد، محمد دین تاثیر، مختار صدیقی، ضیا جالندھری، مجید احمد، آخر الایمان وغیرہ کا خاص مقام ہے۔

جو شعر اجدیدیت کے تصور سے متاثر ہوئے ان کا طرز احساس نیا تھا۔ وہ تجربہ پسند تھے۔ انہوں نے مروجہ زبان کے بجائے تخلیقی زبان کو اہمیت دی۔ اظہار میں بلا واسطہ طرز کے مقابلے علامتی طرز کو نیاد بنایا۔ اسی لیے ان کی نظموں میں ابہام بھی پایا جاتا ہے۔ قاضی سلیم، محمد علوی، شہریار، عادل منصوری، زیر رضوی اور کمار پاشی اس عہد کے نمائندہ نظم گو شاعر ہیں۔